# قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر بعض علمی دلائل

( از :- جناب مولانا خالد کمال مبارکپوری )

قرآن درحقیقت وحی من اللہ کے اس مجموعہ کا نام ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی، اور نقل متواتر کے طور پر لفظی ومعنوی تحریف سے بالا ہو کر ہم تک پہونچی، خدا کی جانب سے بندوں کے لئے یہ آخری آکانی پیغام ہے،

مفصل بحث شروع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وحی کے معانی اور اس کی کیفیات نزول سے متعلق کچھ تحریر کیا جائے،

**وحی کے معنی :-** انبیاء اور رسل کی طرف وحی بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ دینی مسائل ومعارف کو ان کی جانب القاء کر دیا جائے، شیخ محمد عبدہ کے نزدیک وحی وہ عرفان ہے جسے انبیاء ورسل یقین کے ساتھ بواسطہ یا بلا واسطہ کے منزل من اللہ تصور کریں، واسطہ کی شکل میں وہ ایک آواز ہوتی ہے جو ان کے کانوں میں ڈالی جاتی ہے، الہام اور وحی کے درمیان فرق یہ ہے کہ الہام وہ وجدان ہے جس کا نفس انسانی یقین کے ساتھ احساس کرتا ہے اور اپنے خیال واحساس کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر کے اپنی خواہشات کے تابع کر لیتا ہے، اسے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ احساس کہاں سے اور کس کی جانب سے آرہا ہے، جیسے کہ انسان بھوک پیاس غم وخوشی کا احساس کرتا ہے؛

یہ تعریف وحی کی ان تینوں قسموں کو شامل ہے جن کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے،

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیاً او من ورائ حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ مایشاء انہ علی حکیم ۰ ( شوریٰ )

اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے مگر الہام سے یا حجاب سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہو پیغام

پہونچا دیتا ہے، وہ بڑا عالیشان بڑی حکمت والا ہے،

پس وحی کا ایک معنیٰ تو معانی کو قلب میں اتارنا اور دوسرا معنیٰ پردہ سے بات چیت کرنا اور ایسی جگہ کلام کرنا کہ جہاں سے وہ دیکھ نہ سکے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوا تھا، اور تیسرا معنیٰ وہی ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے، یعنی اللہ کی جانب سے کوئی فرشتہ آدمی کی شکل میں آکر پیغام پہونچا جاتا ہے اور وہ اسے یاد کر لیتا ہے،

احادیث میں وحی کی تفصیل یوں مذکور ہے

**وحی کی قسمیں:** ۱۔ رویائے صادقہ جس کے متعلق صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

اول ما بدی بہ رسول اللہ من الوحی الرویاء الصالحۃ فی النوم فکان لایری رویا الاجاءت مثل فلق الصبح،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی جسے آپ نیند میں ملاحظہ فرماتے تھے اور اس کا بعینہ اسی صورت میں ظاہرہ ہوتا،

۲۔ فرشتہ کا نفس میں القاء کرنا بغیر سامنے آئے جیسا کہ خود حضورؐ نے فرمایا ہے

ان روح الملک نفث فی روعی

حضرت جبریل نے میرے دل میں القاء کیا ہے

۳۔ بانگ جرس کے روپ میں آنا

۴۔ جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آکر احکام بتلائیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حارث بن ہشام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کے پاس کیسے وحی آتی ہے؟

آپ نے فرمایا

احیاناً یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقد وعیت عنہ ما قال واحیاناً یتمثل لی الملک رجلاً فیکلمنی فاعی مایقول

وحی کبھی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے، اور وحی کی تمام صورتوں میں یہ صورت میرے لئے بہت گراں ہے وہ آواز ادھر ختم ہوتی ہے، اور ادھر مجھے یاد ہو گیا، اور کبھی جبریل آدمی کی شکل میں آکر بات چیت کرتے ہیں اور میں ان کی باتیں یاد کر لیتا ہوں،

۵۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا چھ سو بازو والے فرشتہ کی شکل میں آکر احکام خداوندی پہونچانا

۶۔ معراج کی شب آسمان پر فرض صلوٰۃ اور دوسرے اسرار و رموز کی شکل میں

۷۔ بغیر کسی فرشتہ کے واسطہ کے حجاب سے کلام کرنا جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوا تھا،

وحی کی یہ کیفیات احادیث سے ثابت ہیں، لیکن یہاں پہونچ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے

**ایک شبہ کا ازالہ** کہ وحی آیا صورت ذہنی ہے، یا خارج میں بھی اس کا وجود ہے، اس لئے کہ ایک محقق

ومدقق کو یہ معلوم ہے کہ بعض امراض خصوصاً ہسٹریا کے مرض میں، مریض کو کچھ غیر معلوم صورتیں نظر آتی ہیں جن کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی، اسی کے پیش نظر بعض مغربی کتابوں میں حضور پر بہتان باندھا گیا ہے کہ محمد پر جو وحی نازل ہوتی تھی وہ ہسٹریا کی ایک قسم تھی (نعوذ باللہ) یہ اندھا تعصب اور اتہام کسی علمیت یا واقفیت پر نہیں، بلکہ جہالت پر مبنی ہے، جیساکہ حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے

۱۔ ہسٹریا جیسے امراض کا ظہور اپنے دامن میں کرب والم، آہ و بکا و چیخ و پکار کا ایک ہنگامہ لئے ہوتا ہے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کیفیات کبھی طاری نہیں ہوتیں، حتیٰ کہ وحی کی حالت میں بھی جو خود آپ کے فرمان کے بموجب آپ کے لئے سب سے زیادہ جسمانی تکالیف کا سبب تھی،

۲۔ ہسٹریا کا مریض دورہ پڑنے پر بڑبڑاتا اور لایعنی بکواس کا انبار لگا دیتا ہے، اور جب افاقہ ہوتا ہے تو اسے کچھ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کیا کیا؟ آپ بتلا سکتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی یہ کیفیت طاری ہوئی۔ اور کیا سلسلہ وحی بند ہو جانے کے بعد آپ نے جو کچھ سنا بھلا دیا؟ نہیں بالکل نہیں، بلکہ آپ ہر ہر لفظ کو بالاستیعاب حفظ کر لیا کرتے تھے، اور وحی میں بالکل خاموشی اختیار فرما لیا کرتے تھے،

۳۔ ہسٹریا اوہام و خیالات باطلہ کا نام ہے، جو مریض کو مختلف شکلوں میں آکر پریشان کرتے رہتے ہیں، مثلاً کبھی اسے ارواح خبیثہ نظر آتی ہیں جو اسے طرح طرح کی تکلیف دیتی ہیں، قتل کی دھمکی دیتی ہیں، اور کبھی وہی روحیں آکر خود اس کا مذاق اڑاتی ہیں، کیا کسی نے ہسٹریا کے مریض کو رشد و ہدایت کے کلمات اور علوم معارف کی باتیں کرتے ہوئے بھی سنا ہے؟

ان اعتراضات کو علمی اور مدلل جواب سے باطل کرنے کے بعد اب ہمارے لئے سوائے وحی کی حقانیت اور اس کی واقعیت کو تسلیم کرنے کے کوئی راستہ نہیں ہے

## نزول قرآن کی ابتداء

قرآن کے نزول کی ابتداء مکہ میں ہوئی، اور پہلی مرتبہ آپ پر یہ آیتیں اس مقام پر نازل ہوئیں جہاں آپ گوشہ نشینی اختیار کر کے عبادت کیا کرتے تھے، جو غار حرا کے نام سے مشہور ہے، اقرأ باسم ربك الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ (سورۂ علق) اس کے بعد نزول قرآن کا سلسلہ برابر جاری رہا، اور حسب ضرورت آیات قرآنی نازل ہوتی رہیں یہاں تک کہ تقریباً تیئیس ۲۳ برس میں پورا قرآن نازل ہوا، اور وحی کا یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا،

## کتابت قرآن

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن لکھنے کے لئے کچھ ماہرین فن کو جمع کر لیا تھا جو قرآن کی کتابت کرتے اور اسے دوسروں تک پہونچاتے، جن میں خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، ابوبکر

صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رض اور حضرت علی رض اور ایسے ہی زید بن ثابت رض ابی بن کعب رض معاویہ رض بن ابی سفیان، اور ان کے بھائی یزید بن معاویہ رض مغیرہ بن شعبہ رض زبیر بن العوام رض خالد بن ولید رض خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ حضرات کھجور کے پتوں پتلے پتلے پتھروں اور ہڈیوں اور ان کی مماثل چیزوں پر قرآن لکھا کرتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بتلا دیا کرتے تھے کہ فلاں سورہ کی آیت کو فلاں آیت کے بعد لکھو، دوسری طرف قرآن کے جمع و تدوین اور حفظ و ضبط کا کام سینوں سے بھی لیا جاتا تھا، اور بہت سے صحابہ قرآن کو فوراً حفظ کر لیا کرتے تھے، مثلاً عبداللہ بن مسعود رض سالم بن معقیل رض مولی ابن حذیفہ رض معاذ بن جبل رض ابی بن کعب رض زید بن ثابت رض

**جمع قرآن:-** آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس وجہ سے کہ آپ بقید حیات ہیں، اور وحی کا سلسلہ جاری ہے، قرآن کی تدوین نہ ہو سکی، آپ کی وفات کے بعد قرآن یا تو حفاظ کرام کے سینہ میں تھا، یا مختلف چیزوں پر لکھا ہوا بکھرا پڑا تھا، حضرت ابوبکر رض کی خلافت میں مرتدین سے جنگ و قتال کا جو سلسلہ شروع ہوا تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا، جہاد کرنے والے اکثر حفاظ قرآن اور کاتب قرآن تھے، جس کے نتیجے میں بہت سے حفاظ کرام غزوات میں شہید ہو گئے، یہ دیکھ کر حضرت عمر رض نے حضرت ابوبکر رض کو جمع قرآن اور تدوین کتاب اللہ کا اشارہ کیا، حضرت ابوبکر رض نے پہلی مرتبہ یہ کہہ کر اس رائے سے اتفاق نہیں کیا کہ حضور کے زمانہ میں جو کام نہیں ہوا اسے میں کیسے کروں؟ حضرت عمر رض کے بار بار کہنے پر آپ نے زید بن ثابت رض کو بلایا، جو حضور کی مجلس میں مستعدی کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے، اور انھیں قرآن خوب یاد تھا، آپ نے انھیں قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیا، انھوں نے اپنا کام پورا کر کے آپ کے حوالہ کر دیا، یہ مصحف آپ نے بعض مصالح کی بناء پر اپنے پاس روک لیا، آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر رض کے پاس آیا، حضرت عمر رض نے اسے اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رض کے سپرد کر دیا

اس کے بعد جب مسلمان دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئے، اور قرأت قرآن میں اختلاف ہونے لگا مثلاً یہ کہ "تابوت" کو بعض حضرات "تاء" کے ساتھ پڑھتے تھے، اور بعض "ھا" کے ساتھ تو خلیفہ وقت حضرت عثمان رض کو اس کی خبر دی گئی، اور انھوں نے حضرت حفصہ رض کے پاس سے وہ مصحف صدیقی منگوایا، اور چار مشہور و معروف حفاظ کرام کو جمع کر کے ان کو جمع قرآن کا حکم دیا کہ قرآن کو اس اخیر دورہ کی روایت کے مطابق جمع کر دیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو آخری وقت میں سنایا تھا، حضرت زید نے اس کا اہتمام کیا، اس کے باوجود آپ کسی آیت کو اس وقت تک درج نہیں کرتے جب تک کہ دو شاہد اس بات پر گواہی نہ دے دیں کہ ہاں اس طرح ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وحی کے وقت سنی تھی، ان کاتبین کرام نے چار یا چھ نسخے تیار کئے جن کو حضرت عثمان رض نے اسلامی ممالک میں تقسیم کرا دیا، اور ایک کو مکہ کے لئے دوسرا کوفہ کے لئے اور تیسرا

شام کے لئے روانہ کیا، اور اہل مدینہ کے لئے ایک قرآن رکھ چھوڑا تاکہ وقت ضرورت رجوع کر لیا کریں، بعض روایات کی بنا پر پانچویں کو یمن اور چھٹے کو بحرین بھیج دیا، اور اپنے لئے خود ایک مصحف رکھا، جس میں آپ تلاوت فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد اعلان کر دیا کہ ان مصاحف کے علاوہ دوسرے تمام مصاحف جلا دئے جائیں، اور یہی مصاحف دیکھ کر دوسرے نسخے لکھے جائیں، اور انہیں کی طرف رجوع کیا جائے،

## تحریف سے قرآن کی برأت:-

مسلمانوں نے قرآن کریم کے حفظ و کتابت کے سلسلہ میں جتنا اہتمام کیا، دنیا کی کسی امت نے نہ اپنی سماوی کتابوں کے لئے اتنا اہتمام کیا اور نہ کسی دنیاوی علمی و فنی کتابوں پر اتنی توجہ دی، اور مسلمانوں نے قرآن کی کسی آیت کو اپنے دائرہ حفظ و کتابت سے خارج نہیں ہونے دیا،

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو پہلے آپ اسے خود حفظ کرتے، پھر کتاب و حفاظ کے سامنے تلاوت فرماکر انہیں ترتیب دینے کا حکم فرماتے، اور وہ اس کی کتابت و تدوین آپ کے سامنے پیش کرتے جسے دیکھنے کے بعد آپ اس کی توثیق فرماتے، اس کے بعد اس آیت کو مشتہر کر دیا جاتا،

قرآن بھی دوسری کتب سماویہ کی طرح ایک خاص جماعت اور چند آدمیوں کے اندر محدود نہیں رہتا، جس سے کسی کو اس تحریف کا گمان پیدا ہو سکے، یا سہو اور تحریر وغیرہ کی غلطی کا حکم لگایا جائے، بلکہ قرآن بالکل شائع و ذائع تھا، تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اسے عبادت اور اپنے صوم و صلوٰۃ میں استعمال کریں، اور اس کی تلاوت کثرت سے کیا کریں، اس لئے یہ گمان کرنا کہ قرآن میں تحریف ممکن ہے محض ایک ظن فاسد ہو سکتا ہے، اور یہ اتہام صحابہ کرام اور بزرگان دین پر عائد ہوتا ہے کیونکہ وہی اسلامی دستور کی تدوین و ترتیب دیتے تھے، لیکن (نعوذ باللہ) انہیں قرآنی رد و بدل اور اس کی تحریف کا پتہ نہ چلا، اور انھوں نے بغیر چھان بین کئے ہوئے اس کی اشاعت عام کر دی،

حضرت ابوبکر رضہ کے جمع قرآن سے قبل بھی قرآن کے لکھے ہوئے منتشر اجزاء حضور کے زمانہ میں بھی موجود تھے، اور اکثر و بیشتر صحابہ کرام نے اپنے لئے کتابت کر لیا تھا، اور اپنے اپنے گھروں میں صبح و شام اس کی تلاوت کیا کرتے تھے، اور جب حضرت عثمان رضہ نے مصحف عثمان کی ترتیب و تدوین کی اس وقت بھی بہت سے صحابہ کرام موجود تھے، اور انھوں نے اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی، لہذا اس کے بعد یہ گمان کرنا کہ قرآن میں تحریف و تبدیل کو دخل ہے عقل سے باہر ہے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے،

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (حجر) ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے، اور ہم اس کے محافظ ہیں،

## نزول قرآن کی کیفیات:-

قرآن تقریباً تیئیس (۲۳) سال میں مکمل ہوا، کبھی ایک آیت نازل ہوتی، کبھی دو چار چھ آیتیں بھی حسب ضرورت نازل ہو آکرتی تھیں، نزول قرآن کا طریقہ عرب کے لئے بہت ہی موزوں اور منزل من اللہ ہونے پر حجت تھا، اگر آیات قرآن متفرق طور پر نازل نہ ہوتیں تو ان کے لئے

قرآن کا چیلنج کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا، اور وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم بیک مرتبہ تو نہیں لیکن تھوڑا تھوڑا کر کے ایسا قرآن تیار کر سکتے ہیں، لیکن قرآن نے ایک ایک دو دو آیتیں نازل ہونے کے باوجود ان کو اس بات کا چیلنج دیا کہ اگر تم اس کے من جانب اللہ ہونے میں شک کرتے ہو تو اس جیسی ایک ہی آیت پیش کر دو، جس کے لئے ان کو کافی مدت اور وقفہ بھی دیا جا رہا ہے، ان تمام آسانیوں کے ہوتے ہوئے وہ قرآن جیسی ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے، چہ جائیکہ وہ پورا قرآن حاضر کریں، یہ قرآن کے اعجاز اور اس کی صداقت پر کھلا ہوا ثبوت ہے، اگر آپ غور کریں تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ قیام مکہ کے زمانہ کی سورتیں عام طور پر چھوٹی چھوٹی ہیں، اس کے باوجود بھی عرب کا کوئی فرد مقابلہ کے لئے آگے نہ بڑھ سکا،

قرآن کے متفرق طور پر نازل ہونے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ عرب جیسے آزاد طبیعت انسان اوامر و نواہی کو دھیرے دھیرے قبول کریں، اور جس قسم کے احکام کی ضرورت ہو وقت آنے پر نازل ہو جائے، اس لئے کہ دوا مرض کے پیدا ہونے کے بعد ہی تلاش کی جاتی ہے، اور اسی وقت مفید و کارگر ہوتی ہے، اس لئے کہ عرب اسلام سے قبل مطلق اباحت کے قائل تھے اور اس چیز کو مباح سمجھتے تھے جس کو ان کے معاشرے میں رواج ہو جائے، لہذا اگر قرآن یک مرتبہ دوسری کتب سماویہ کی طرح نازل ہو جاتا تو پھر یہ سودا عرب کے لئے بہت ہی گراں پڑتا، اور وہ اسلام سے اس طرح متنفر ہو جاتے کہ دوبارہ لوٹنا مشکل ہو جاتا،

تیسری حکمت یہ ہے کہ اس طرح تھوڑا تھوڑا نازل ہونے سے یاد کرنے والے کو آسانی ہوگی اور وہ اس کو ضبط کر سکے گا، اسی حکمت کو قرآن کی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے

وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذلک لنثبت بہ فؤادک ورتلناہ ترتیلا۔ (فرقان)

اور کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان پر یہ قرآن دفعۃً واحدۃً کیوں نہیں نازل کیا گیا، ایسا اس لئے ہے تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو قوی رکھیں، اور ہم نے اس کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے،

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بخلاف دیگر انبیاء و رسل کے امی تھے، اس لئے بھی آپ پر قرآن کا متفرق طور پر نازل کرنا ضبط و حفظ کے لئے نہایت ہی مناسب اور قابل داد ہے،

(باقی آئندہ)